اردواور دیگر پاکستانی زبانوں کی لوک اصناف

(اختلافات واشتراکات)

ڈاکٹر شازیہ عنبرین*

Abstract:

Every alive language is full of folk literature and poetry, which reflects the feelings and emotions of ordinary peoples. Urdu and other Pakistani languages like Punjabi, Sindhi, Pashto and Saraiki impact the folk characteristic and features of each other. Urdu and other Pakistani languages are include famous folk characteristic like Lori, Children Songs, Marriage songs, said songs (nohey), Tapa, Mahiya, Dhola, Chala and flok stories.

ہر قدیم اور زندہ زبان کا سب سے بڑا اعزاز یہی ہوتا ہے کہ اس میں عام لوگوں کے جذبات، احساسات، تجربوں، امنگوں، خواہشوں، عقیدوں، رسموں، واہموں، اندیشوں اور دلچسپیوں پر مشتمل لوک ادب اور شاعری کا وسیع ذخیرہ موجود اور محفوظ ہو۔ اس ذخیرہ کی زرخیزی سے ہی کسی قوم اور زبان کی قدامت اور ثروت مندی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ یہ کسی قوم کے اجتماعی تجربات ہی ہوتے ہیں جو صدیوں سے عوامی گیتوں، نغموں، ترانوں، قصہ کہانیوں، داستانوں، چٹکلوں، مذہبی نظموں، بھجنوں، بولیوں، ٹھولیوں کی صورت میں نسل در نسل اجتماعی یادداشت کا حصہ بنتے چلے جاتے ہیں اور کوئی نہیں جانتا کہ ان زبان زد عام چیزوں کے اصل خالق کون لوگ تھے اور اس کا پہلا سرا کہاں تلاش کیا جائے۔ تاریخی شہادتوں اور بعض دوسرے عناصر کی مدد سے قیاس کیا جاسکتا ہے کہ کسی لوک گیت یا نغمے کا خالق فلاں شخص، گروہ یا قبیلہ ہوسکتا ہے۔ لوک ادب کسی بھی زبان کے ماضی کی بازیافت ہے اسے کسی بھی

* شعبہ اُردو، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

زبان کے ابتدائی دور یا ایام طفولیت سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ زبانیں جیسے جیسے ارتقائی منازل طے کرتی جاتی ہیں ویسے ویسے ان میں ہونے والی تخلیقی سرگرمیوں کو باقاعدہ تحریری صورت میں لانے کی سہولتوں میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور تحریری شہادتیں سینہ بہ سینہ روایت پر غالب آتی چلی جاتی ہیں۔

لوک ادب اور لوک شاعری زیادہ تر اجتماعی اور کم تر انفرادی جذبات کی ترجمانی کرتے ہیں اکثر یہ گیت محنت کش عوام کی اجتماعی تخلیقی محنت کے عمل میں خلق ہوتے اور گائے جاتے ہیں۔ ان کا آہنگ کسی عروضی قاعدے کے بجائے عوام کے احساس موسیقی کا تابع ہوتا ہے۔

لوک قصوں کے ماخذ بھی عوام کے تلخ و شیریں تجربات ہوتے ہیں یا پھر زندگی کے مسائل و مصائب سے نجات پانے کی ازلی خواہش اور بہتر زندگی کے خواب ہوتے ہیں۔ لوک ادب المیہ اور حزنیہ بھی ہوتا ہے اور طربیہ بھی۔ یہ تمام لوگوں کی ذہانت کا تخلیقی اظہار بھی ہوتا ہے اور ان کی تفریح و تفنن کا ذریعہ بھی۔ اس میں ہنسی مذاق، طنز و تعریض، وطن دوستی، مذہبی عقیدت، دشمنوں سے نفرت، فطرت کے مظاہر سے محبت، جنسی جبلت غرض یہ کہ ہر طرح کے جذبات و احساسات اور واردات کا اظہار ہوتا ہے۔ برصغیر پاک و ہند میں ڈوم، ڈومنیاں، میراثی، ڈفالی اور بھانڈ گھریلو اور سماجی تقریبات میں لوک گیت گاتے آئے ہیں اور لوک کہانیاں، نقلیں اور چٹکلے سناتے آئے ہیں۔

اردو میں لوک گیتوں کی صورت میں بڑا وقیع سرمایہ موجود ہے۔ مثال کے طور پر بارہ ماسے، چکی کے گیت، چرخے کے گیت۔ ساون کے گیت، دوہے، چار بیتے، دکھڑے، اور زاریاں۔ ان کے علاوہ ایسے لاتعداد شعر، کہانیاں اور گیت ہیں جو پیدائش سے لیکر موت تک ہماری زندگی میں شامل رہتے ہیں اور ان کا تخلیق کار کوئی معروف شخص نہیں بلکہ پورا معاشرہ ہوتا ہے۔

بچے کی پیدائش ہوئی، خوشی کے گیت گائے جانے لگے

ٹوپی چوموں، کرتا چوموں اور چوموں گورے گال اپنے للن کے ہیں
بھورے بھورے بال اپنے للن کے

یا

مبارک ہو ببوئے گھڑی رے مبارک ہو
دادا لٹائیں ان دھن سونا، اماں لٹائیں موتی کی لڑی رے سونے کی ڈلی رے
مبارک ہو ببوئے کی گھڑی رے مبارک ہو

بچہ تھوڑا بڑا ہوا تو اس کو کہانیاں سنائی جانے لگیں۔ لوریاں دی جانے لگیں۔

چندا ماموں دور کے بڑے پکائیں بور کے
آپ کھائیں تھالی میں اوروں کو دیں پیالی میں
پیالی آئی اور چند ماموں آئے دوڑ

یا وہ مشہور کھیل کود کے ٹکڑے

اکڑ بکڑ بمبے بو اَسّی نوے پورے سو
سو میں لگا تاگا چور نکل کے بھاگا

بچیاں بڑی ہوئیں تو جھولے کے گیت، ساون اور بسنت کے گیت، بارہ ماسے اور ہولی کے گیت گائے جانے لگے۔

اماں میرے باوا کو بھیجو جی کہ ساون آیا
بیٹی تیرا باوا تو بوڑھا ری کہ ساون آیا
اماں میرے بیرن کو بھیجو جی کہ ساون آیا
بیٹی تیرا بیرن تو بالا ری کہ ساون آیا

اور پھر شادی بیاہ کے ہزاروں گیت ہیں ہر موقع محل کے گیت، ہر تقریب ہر رسم کے گیت، یہ گیت عام انسان کے جذباتی رشتوں اور تہذیبی قدروں کا آئینہ ہیں۔ یہ عوام کی آرزوؤں، ارمانوں اور اُمنگوں کے ایسے نغمے ہیں جن کی تخلیق پر بڑے سے بڑا شاعر بھی قادر نہیں ہوسکتا۔ یہاں لڑکی کو مائیوں بٹھانے کے گیت الگ ہیں۔ سہاگ گھوڑیاں الگ ہیں۔ سمدھن کے حصے کی گالیاں بھی ہیں اور شادیانے، رخصتی کے گیت بھی اور بابل کے گیت بھی۔

کاہے کو بیاہی بدیس بابل میں تو پاہن تیری
مجھے لینے کو آئی بارات بابل میں تو پاہن تیری
بابل کی گلیاں، اماں کا انگنا اور چھٹا مجھ سے گڑیوں کا گھر
بابل میں تو پا ہن تیری
کاہے کو بیاہی بدیس بابل میں تو پاہن تیری

شادیانوں کے علاوہ زچہ بچہ کے گیت ہیں۔ زچہ گیریوں، میں پیر بھاری ہونے سے بچے کی پیدائش کے بعد تک کے ہر موقع اور ہر رسم کے گیت ہیں:۔

تارے دیکھین چلیں البیلی جچہ
جچہ تیری گود جھنڈولا بچا

اسی طرح میلادنامے اورشہادت نامے ہیں۔ رمضان کے مہینے میں سحری کے وقت صدالگانے والوں کی معروف مناجاتیں ہیں۔

تیری ذات ہے اکبری سروی
میری بار کیوں دیر اتنی کری

اسی سلسلے کی ایک کڑی تعزیہ داری ہے اور واقعہ کربلا پر مختلف عوامی طرز کی زاریاں اور سلام اور سوزخوانیاں ہیں۔ داستان نے بھی لوک ادب کی ایک صنف کی حیثیت سے جنم لیا اور رفتہ رفتہ ادب میں اپنی جگہ بنالی۔ لوک کہانیوں کی موضوعات کے لحاظ سے مختلف قسمیں ہیں۔ مثلاً تفریحی لوک کہانیاں، اخلاقی لوک کہانیاں، مذہبی، تاریخی، سماجی کہانیاں، تمثیلی کہانیاں، پریوں کی کہانیاں، بچوں کی کہانیاں، عشقیہ اور رومانوی لوک کہانیاں۔

اردو زبان جس طرح دیگر پاکستانی زبانوں پر لسانی، صرفی ونحوی، ادبی موضوعات کے حوالے سے اثر انداز ہوئی۔ اسی طرح پاکستان میں بولی جانے والی دیگر بڑی اور معروف زبانوں (پنجابی، سندھی، سرائیکی، پشتو اور بلوچی) کی لوک اصناف پر بھی اردو زبان اور اس کی لوک اصناف کے اثرات نمایاں ہیں۔

'لوری' ایسی لوک صنف ہے جو ہر زندہ زبان میں مشترک ہے۔ ہر بولی جانے والی زبان میں مائیں اپنے بچوں کو لوریاں سناتی آئی ہیں اور جب تک دنیا قائم ہے سناتی رہیں گی۔

اردو کی طرح پنجابی زبان میں ماں بچوں کو سلاتے ہوئے جو گیت گنگناتی ہے اسے 'لوری' ہی کہا جاتا ہے جبکہ سندھی، بلوچی اور سرائیکی زبان میں اس کے لیے 'لولی' اور پشتو زبان میں 'لوری' کے لیے 'اللہ ہو' کا نام استعمال کیا جاتا ہے۔ دنیا بھر کی زبانوں میں قدیم ترین گیت 'لوری' ہے جس میں ماں اپنے بچے سے محبت کا فطری اظہار کرتی ہے۔

مِٹھو بول بولی
اَمڑی جھلے جھولی
حُوراں ڈیون لولی
اللہ اللہ
خیر سلّا
جیوے کاکا
وسے محلّہ (سرائیکی لوری)
الڑ بلڑ باوے دا

باوا کنک لیاوے گا

باوا کنک نو چھٹے گا

کا کا کھڑ کھڑ ہنسے گا (پنجابی لوری)

میرا بیٹا ایسے سو رہا ہے

جیسے بتاشوں کا ڈھیر، سو جاؤ۔سو جاؤ

تیری ماں تنہا ہے

تیرا والد گھر پر موجود نہیں

میری ماں ہے نہ میری بہن

جنگل سے ایندھن بھی میں لاتی ہوں اور گھر کا کام کاج بھی کرتی ہوں۔

سو جاؤ میری جان

ماں تجھ پر قربان (پشتو۔لوری)

پشتو لوری دوسری زبانوں سے اس لیے مختلف ہے کہ اس میں بچے کو باپ کی بہادری کے واقعات اور اسلاف کی اولوالعزمی کے کارنامے بیان کیے جاتے ہیں۔پشتو لوری میں ماں سادہ مگر جذباتی انداز میں دشمن سے بڑا ہو کر انتقام لینے کی تلقین بھی کرتی ہے اور ساتھ ہی اسے جانفشانی اور سخت کوشی کی تعلیم بھی دیتی ہے۔لوری کی شاعر بھی عورت ہے اور گلوکار بھی عورت ہے۔عورت کی اپنی بے قدری، استحصال، دکھ درد میں اس کا نجات دہندہ یا اس کا بیٹا ہوتا ہے یا بھائی۔اس لیے وہ سارے ارمان بیٹے کے لیے کرتی ہے اور اپنے سارے دکھ اور آپ بیتی بھی 'لوری' میں بیان کرتی ہے۔

بلوچی زبان میں سوئے ہوئے بچے کو جگانے کے لیے بھی ماں گیت گاتی ہے اس لوک صنف کو 'نازینک'(۱) کا نام دیا گیا ہے۔اس لوک گیت کا خالق بھی ماں کا دل ہے۔وہ گا گا کر بچے کو جگاتی ہے۔

'لوری' کے علاوہ بچوں کے گیت، شادی بیاہ کے گیت، اور کسی کی وفات پر دکھ کے اظہار کے لیے لکھے جانے والے نوحے بھی پاکستانی زبانوں کی مشترک لوک اصناف ہیں۔

بچوں کے بیشتر گیت مختلف انفرادی اور اجتماعی کھیل کود، پرندوں (جنھیں بچے پالتے ہیں) اور بہن بھائیوں سے پیار و محبت کے اظہار پر مشتمل ہوتے ہیں۔

جَھل پکھاتے آوی ٹھڈی وا
مولا میڈے ویر کوں رنگ چالا (سرائیکی)

اکڑ بکڑ بھمبا بھو اسی نبے پورا سو
سو لگن ستاراں، لگن لگن پورے باراں
باراں پکائیاں روٹیاں تے اک پکایا گلا
کھاون والا کھا گیاتے رہ گیا باگھڑ بلا
باگھڑ بلے دی ٹوپی سیتی چپا چپا تلا (پنجابی)

اور

لک چھپ جانا مکئی دا دانا
راجے دی بیٹی آئی جے............!

یا

کوٹلا چھپا کی جمعرات آئی جے
جہڑا اِدھر اُدھر تکے اُدھی شامت آئی جے

شادی بیاہ کے گیتوں میں ہر رسم اور موقع کے الگ الگ گیت ہیں۔ پھولوں کے سہرے پہنانے، بند عروسی باندھنے، حنا لگانے، سہرا سجانے، روانگی بارات، دلہن کے گھر آمد، استقبال بارات، شگن کی رسومات، رخصتی اور واپسی بارات کے گیت، جگراتے اور میل یعنی اکٹھ کے گیت۔ جھومر کے گیت۔

پشتو زبان میں یرہ نانا، بابولالہ، ستائینے، اور بھنڈار شادی بیاہ پر گائے جانے والے معروف لوک گیت ہیں۔(۲) ان میں ایک عورت ڈھولک بجاتی ہے اور دلہا کی قریبی رشتہ دار عورتیں باری باری دائرے کی شکل میں بیٹھی ہوئی عورتوں کے درمیان ناچتی ہیں مل کر 'یرہ نانا'، گاتی ہیں۔ بارات کے گھر میں داخل ہوتے وقت جو گیت گایا جاتا ہے۔ اسے بابولالہ، کہا جاتا ہے۔ اس گیت میں لالہ اور بابولالہ کے الفاظ کی تکرار ہوتی ہے اور دلہن کی رخصتی کے وقت گائے جانے والے یہ وہی گیت ہیں جو اردو اور پنجابی میں 'بابل' کے نام سے گائے جاتے ہیں۔ جبکہ بھنڈار کے لغوی معنی اکٹھا ہونا کے ہیں اور یہ گیت شادی بیاہ کے موقع پر اور تہواروں پر دَف کی تھاپ پر مکالمے کی صورت میں گایا جاتا ہے۔

بلوچ شادی بیاہ کے موقع پر 'ہالو'، لئی لاڑو اور سوت نامی لوک گیت گاتے ہیں۔(۳) ہالو یا ہلو طربیہ گیت

ہوتے ہیں جو بیٹے کی شادی کے موقع پر گائے جاتے ہیں۔ یہ گیت عورتیں کورس کے انداز میں گاتی ہیں۔ان گیتوں میں دلہن کی خوبصورتی، سگھڑاپا اور دیگر اوصاف کے ساتھ ساتھ داماد کی صحت بہادری، نشانہ بازی گھڑسواری اور دیگر مردانہ صفات کی توصیف بھی کی جاتی ہے۔'ہالوٗ میں دلہا دلہن کی آئندہ زندگی کے لیے نیک خواہشات اور دعائیں بھی ہوتی ہیں۔

ہلو ہالو خوشی کے گیت گاوٗ

مناوٗ جشن ناچو گنگناوٗ

ہلو ہالو بنا ہے میر دلہا

'ہالوٗ کی طرح 'لئی لاڑوٗ کی شاعر بھی خواتین ہی ہوتی ہیں۔'لئی لاڑوٗ بھی ہالو، کی طرح کورس میں گایا جاتا ہے۔عام طور پر اس کے دو وزن ملتے ہیں۔(۴)

۱۔ لئی لاڑو لاڑو لئی لاڑو، لاڑو اور

۲۔ لئی لڑو لاڑو لئی لاڑو

'سہرا اور گیچ' سندھی زبان کے معروف لوک گیت ہیں(۶) جو شادی منگنی، رخصتی، عقیقے اور ایسے ہی دوسرے خوشی کے مواقع پر گائے جاتے ہیں۔ یہ گیت خواتین عام طور پر ڈھولک، تھال یا مردنگ کے ساتھ گاتی ہیں۔ ان گیتوں میں دلہا دلہن کو شادی کی مبارکباد کے ساتھ ساتھ دعائیں بھی دی جاتی ہیں۔

سرائیکی زبان میں شادی کی ہر رسم کے الگ الگ گیت موجود ہیں۔ان میں سہرے اور جھومر کے گیت بے حد مقبول ہیں۔جھومر میں گانے کے ساتھ ساتھ رقص بھی کیا جاتا ہے۔

حوراں پریاں سہرے گاون وارو واری ویلاں پاون

سونے دیاں تاراں ونی نال سنگھاراں جنج آئی میڈے ویہڑے

ہن لگیاں بہاراں

سہرے، گھوڑیاں اور سٹھنیاں پنجابی زبان کے معروف شادی بیاہ پر گائے جانے والے گیت ہیں۔

جے توں چڑھیوں گھوڑی وے تیرے نال بھراواں دی جوڑی

چڑھ جائے نی ماں دا لاڈلا ویلاں دیندی اماں، موجاں مارے بنا

(گھوڑی)

ساڈا چڑیاں دا چمبا وے بابل اساں اڈ جانا

ساڈی لمی اڈاری وے، بابل کہڑے دیس جانا

لے چلے، کہار بابلا بیٹی لے چلے وے!

بابلا رکھ رات وے اج اجوکڑی رات وے بابلا

پنجاب کے رہنے والے نہ صرف گیتوں میں بلکہ رقص میں بھی اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔خوشی کے موقعوں پر شادی بیاہ سے لیکر فصلوں کی کٹائی تک اور بزرگوں پیروں فقیروں کے مزاروں تک ناچتے ہوئے پہنچتے ہیں۔بھنگڑا، لڈی، جھمر، گدھا، سمی، باگھی، دھمال پنجاب کے معروف لوک رقص ہیں۔

پاوَنی کڑیو گدھا

مٹھا بھپا رِدھا

تھالی وچ وٹے

تاڑھ تاڑیاں

تاڑھ تاڑیاں (گِدھا)

ہر زبان کے لوک ادب اور لوک گیتوں میں جہاں خوشیوں کے ترانے ہیں وہاں غم کے موقع پر دکھ کے اظہار کے لیے المیہ گیت بھی گائے جاتے ہیں۔بچھڑنے والوں کی یاد میں ماتمی گیت، جو روتے ہوئے گائے جاتے ہیں۔پنجابی، سندھی، سرائیکی زبان میں وین، بلوچی زبان میں موتک اور پشتو زبان میںساندے(۶) (نوحے) کہلاتے ہیں۔

مخصوص قسم کے گریہ و بین کے لیے پنجاب میں بنی بنائی لے ہے۔وین کا تعلق لوک گیت کی اسی قسم سے ہے۔دُھن کے ساتھ آہ وزاری اور چیخ پکار کے علاوہ وین میں زندگی کی بے ثباتی پر مغموم تبصرہ بھی ہوتا ہے۔سوگ کے گیت عام طور پر نیچی آواز میں ہوتے ہیں۔جنھیں رک رک کر آہ وزاری کے ساتھ گھٹتی ہوئی سی آواز میں گایا جاتا ہے۔

بلوچی زبان کی لوک صنف 'موتک' عورتوں کی صنف کہلاتی ہے۔ماں بہن، بیٹی بیوی میت سے مخاطب ہو کر ماتم کرتی جاتی ہیں۔پشتو زبان کے ساندے (نوحے) بھی اسی طرح ایک عورت یا بہت سی عورتیں مل کر مُردے کی چارپائی کے اردگرد اونچی آواز میں خوش الحانی کے ساتھ گاتی ہیں اور روتی ہیں لیکن یہ ضروری نہیں کہ یہ عورتیں مردے کی رشتہ دار ہوں کوئی بھی خاتون جو اس فن میں قدرے ماہر ہو اور اچھی آواز والی ہو۔روانی کے ساتھ کافی دیر تک بین کر سکتی ہے۔پشتو کے ساندوں میں ایسی باتیں بیان کی جاتی ہیں جن کو سن کر سب عورتیں رونے لگتی ہیں۔ان ساندوں میں نیم منظوم قسم کے جملے یا مصرعے بھی گائے جاتے ہیں جن میں مردے کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔بعض خواتین بین کے فن میں بڑی مہارت رکھتی ہیں۔

ٹپہ، ماہیا، ڈھولا اور چھلا بھی پاکستانی زبانوں کی مشترکہ لوک اصناف ہیں۔ٹپہ، پنجابی، سرائیکی اور پشتو

زبان کی معروف ترین لوک صنف ہے۔

پشتو میں 'ٹپہ' کولنڈئ اور مصرعہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ دو مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس قدیم صنف سخن کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں پشتون تہذیب وتمدن، ثقافت، مذہب، روحانیت، دستور، اقدار و روایات اور تاریخ کے سارے مظاہر جلوہ گر نظر آتے ہیں۔ ٹپے کی زبان نہایت سادہ اور عام فہم ہوتی ہے۔ ٹپہ گانے کا انداز بھی مخصوص ہے۔ عموماً ٹپے دائیں کان پر دایاں ہاتھ رکھ کر ندائیہ کلمات ''یہ قربان، یہ درحارشمہ، یہ کہ خار، کی لمبی تان الاپ کر انفرادی طور پر گائے جاتے ہیں۔ مقابلے کی صورت میں جوابی ٹپے بھی گائے جاتے ہیں جن میں سوال وجواب کی شکل میں گائے جانے والے ٹپے بے حد مقبول ہیں۔ موضوعات کے اعتبار سے ٹپوں کو مختلف قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مثلاً حمدیہ ونعتیہ ٹپے، سیاسی ٹپے، محاکاتی ٹپے، معاشرتی ٹپے، تاریخی ٹپے، طنزیہ ٹپے، فخریہ ٹپے، عشقیہ ٹپے، المیہ ٹپے، دعائیہ ٹپے وغیرہ۔

☆ اگر تو وطن کی خاطر شہید ہو جائے تو
میں زلفوں کے تار سے تمہارا کفن سیوں گی

☆ دیدار گلدستہ نہیں
جسے قاصد کے ہاتھ یار کو بھیجوں

سرائیکی زبان میں ٹپے کے لیے 'پھاکے' کا نام بھی مستعمل ہے۔ سرائیکی ٹپہ کی یہ صنف عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے جس میں سوالاً جواباً یا مکالموں کی صورت میں عورتوں کی ٹولیاں گیت گاتی ہیں۔

سوہنی چلی اے بزار
مارے اکھا اٹھاوے یار، تیڈا یارا اے سنار
سُنار ڈیوی جھانجھراں
منہیار ڈیوی ہار، توں چل تاں بازار

پنجابی ٹپے کو ٹولیوں کا گیت بھی کہا جاتا ہے۔ ایک ٹولی پہلے ٹپے کے بول گاتی ہے۔ دوسری ان کو دہراتی ہے پھر پہلی آگے بڑھتی ہے۔ اس طرح لَے کا سلسلہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ پنجابی ٹپہ کہیں نظم کا انداز لیے ہوئے ہے تو کہیں مثنوی کا۔ اکثر رومانوی ٹپے محبوب کے القاب مثلاً چناں، ڈھولا، ماہیا پر گائے جاتے ہیں۔ ہر ٹپہ اپنی ایک الگ حیثیت رکھتا ہے۔ اس کے دونوں مصرعے بامعنی اور پرتاثیر ہوتے ہیں۔

پہلی ٹولی:۔ کچے دی ونگ ماہیا------- اوہ کیہہ کرسن ٹٹے جنہاں دے سنگ ماہیا

دوسری ٹولی:۔ کچے دی ونگ ماہیا------- اوہ پئے روسن ٹٹے جنہاں دے سنگ ماہیا

ٹپے کی طرح ماہیا بھی سرائیکی اور پنجابی زبان کی مشترکہ لوک صنف ہے۔'ماہیا' میں موضوع کے اعتبار سے بے حد وسعت ہے۔ ماہیا لفظ ماہی میں الف ندائیہ سے مل کر بنا ہے جو محبوب کے معنوں میں آتا ہے۔سرائیکی میں یہ ڈیڑھ مصرعے یا تین آدھے مصرعوں کی نظم ہے۔مثلاً:۔

کوٹھے تل ہل پھردی

تیڈی میڈی ہک دلڑی

وچ خاباں دے آملدی

ماہیا پنجاب کا مقبول ترین لوک گیت ہے۔ پنجابی، ماہیا دوٹکڑوں میں بٹی ہوئی ایک کلی ہے۔ پہلا مصرعہ محض دوسرے مصرعے کولانے کا بہانہ ہے۔ پہلا اور دوسرا مصرعہ ہم قافیہ ہم ردیف ہوتے ہیں۔اگرچہ پنجابی ماہیے کا پہلا مصرعہ معنی کے لحاظ سے دوسرے مصرعے سے کوئی تعلق نہیں رکھتا محض قافیہ ملانے کے لیے ہوتا ہے۔ پہلے مصرعے میں کوئی روزمرہ کی بات شعر پورا کرنے کے لیے جوڑی جاتی ہے لیکن اگر پہلے اور دوسرے مصرعے میں معنوی ربط ہو توسماں بندھ جاتا ہے۔

دھاگے کھیساں دے

کھنب پئے چھنڈ دے

پکھی بگانیاں دیساں دے (۷)

ماہیا وہ سدا بہار لوک گیت ہے جو ہر موضوع کو اپنے اندر سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔اس کا اختصار اشاریت کے ان گنت خزانے اپنے اندر پوشیدہ رکھتا ہے۔

ٹپے اور ماہیے کی طرح 'ڈھولا' بھی ایسی لوک صنف ہے۔ جو سرائیکی، سندھی اور پنجابی زبانوں میں یکساں مقبول ہے۔سندھی زبان میں 'ڈھولا' کے لیے 'ڈھولو مورؤ' کا نام مستعمل ہے۔ یہ گیت کراچی کے اطراف کوہستانی علاقے کے قبائل خاص طور پر برفت، بروہی، پالاری، خاص خیلی اور جوکھیا قبیلوں کا مشہور لوک گیت ہے۔ 'مورؤ' محبت اور مجاز کا گیت ہے اس میں جدائی، بے قراری، انتظار، وصل، گلے شکوے سبھی کچھ بیان کیا جاتا ہے۔

ڈھولا! سناؤ کوئی مورا

شہر تو میرا ننگر، جلتا ہے میرا اندر

ڈھولا! سناؤ کوئی مورا

پنجابی 'ڈھولا' میں بے پناہ غنائیت ہے۔ پنجابی میں محبوب کو پیار سے ڈھول یا ڈھولن کہا جاتا ہے۔ڈھولنا

ایک زیور کا نام بھی ہے اور ڈھول ایک لوک ساز بھی ہے۔'ڈھولا' کے شروع کے بول بے تکے ہوتے ہیں لیکن دوسرے ٹکڑوں کی تیز طرار اشاریت اور طبلے کی تھاپ اس کی معنویت میں اضافہ کرتے ہیں۔ڈھولا کا آخری ٹکڑا رباعی کے آخری مصرعے کی سی اہمیت رکھتا ہے جس میں تمام موضوع کو سمیٹ لیا جاتا ہے۔

سبھے کنواریاں او ڈھولا

ڈھول مہیندا

دکھاں دامیں پالیا

نہ بنی کہیں دا(۸)

سرائیکی 'ڈھولا' خاص قسم کے جھومر (رقص) کے ساتھ گایا جاتا ہے۔اس میں محبوب کے حسن اور مقام و مرتبے کو خراج تحسین پیش کیا جاتا ہے۔

بزاروکاندی ترّوے

میڈا سوڑی گلی وچ گھروے

تے پپل نشانی وے ڈھولا

'چھلا' ایک ایسی لوک صنف ہے جو سرائیکی، پنجابی اور سندھی میں بے حد مقبول ہے۔ چھلا یا انگوٹھی ہاتھ کا زیور ہے جو عام طور پر چاہنے والے ایک دوسرے کو محبت کی نشانی کے طور پر منتقل کرتے رہتے ہیں۔ چھلے کی اس رومانوی حیثیت کے پیش نظر اکثر گیت چھلے کے محور پر گھومتے ہیں۔ چھلا دو مصرعوں سے لیکر بیس مصرعوں بلکہ اس سے بھی زیادہ کا ہوسکتا ہے۔

چھلا بیری بورائے

گھر ماہی دا دورائے

ونجنا لاضرورائے

اڈاں بن طوطا

جتھے ماہی کھلوتا

سرائیکی چھلا رقص کے ساتھ گایا جاتا ہے اور ڈوہڑے کے علاوہ کافی کے رنگ میں بھی ملتا ہے۔

چھلا پئی کھڑی آں ہک

میکوں پے گئی تیڈی چھک

توں تاں میڈے کولوں ٹِک

سندھی میں چھلا کے لیے چھلو یا چھلڑا کا نام بھی معروف ہے۔

مذکورہ بالا مشترکہ لوک اصناف کے علاوہ دیگر پاکستانی زبانوں میں سے ہر زبان میں چند ایسی منفرد لوک اصناف بھی ہیں جو صرف اسی زبان کے ساتھ مخصوص ہے۔ ذیل کی سطور میں ہم ایک سرسری سی نظر پاکستانی زبانوں کی دیگر مخصوص لوک اصناف پر ڈالتے ہیں۔

پشتو لوک اصناف:۔

پشتو زبان میں وہ تمام اصناف سخن رائج ہیں جو اردو فارسی اور دیگر مشرقی زبانوں میں رائج ہیں لیکن پشتو لوک گیتوں کا سرمایہ معیار و مقدار دونوں لحاظ سے زیادہ قدر و قیمت کا حامل ہے۔ یوں تو ہر علاقے میں اپنے اپنے لوک گیت ہوتے ہیں۔مگر پشتو میں کچھ لوک گیت ایسے بھی ہیں جو تمام پشتونوں کا مشترکہ ورثہ ہیں۔ان میں لنڈئی، چاربیتہ، نیمہ کئی، بگتی، بدلہ اور لوبہ شامل ہیں۔(۹)

چاربیتہ:۔

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے چاربیتہ یعنی چار بیت، چار شعر یا ایسی صنف سخن جو زیادہ سے زیادہ اپنے ہر بند میں چار شعر رکھتی ہو،مگر ایسا حقیقت میں نہیں ہے۔ چاربیتہ قصیدے اور مثنوی کی طرح اپنے اندر طویل مضامین، جنگی واقعات، عشق و محبت کے افسانے، داستانیں اور روایات قدیم رکھتا ہے۔فنی اعتبار سے اس میں پہلے ایک مطلع ہوتا ہے جو دو یا دو سے زیادہ مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔اس کے بعد بند شروع ہوتا ہے۔ بند کے مصرعوں کی تعداد متعین نہیں ہے۔ بند کے اختتام پر بھی مطلع دھرایا جاتا ہے۔

لوبہ:۔

پشتو لوک گیتوں کی اس صنف میں عاشق و معشوق کے باہمی جذبات کی عکاسی مکالموں کی صورت میں ہوتی ہے۔اس کا وزن خالص مقامی موسیقی پر قائم ہے۔ عام طور پر لوبے دوگانے کے انداز میں عورت اور مرد دونوں گاتے ہیں۔

محبوب جب خماری آنکھیں میری طرف پھیر لیتا ہے
تو میرا دل پارہ پارہ ہوتا ہے
جب خدا نے تمہیں دنیا میں پیدا کیا
میں تمہارا سچا عاشق ہوں
آؤ میری پلکوں پہ قدم رکھو مگر آؤ

بدلہ:۔

بدلہ مثنوی کی طرز پر لکھا جاتا ہے اس میں رومانی، تاریخی اور رزمیہ واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ پشتون قوم کی تمام رومانی داستانیں آدم خان درخانئ، فتح خان رابیا، جلات محبوبہ، شیر عالم میمونئ، تور دلے شھئ، یوسف خان شیر بانو اور مشہور جنگنامے، مثلاً جنگنامہ امام حسین، جنگ نامہ حضرت علیؓ، جنگنامہ حضرت امیر حمزہ بدلے کی شکل میں تحریر کیے گئے ہیں۔ ان کے علاوہ شہزادہ بہرام وگل اندام الف لیلیٰ، شاہنامہ، حاتم طائی، طوطی نامہ وغیرہ بھی بدلہ کی ہیئت میں لکھے گئے ہیں۔ جنہیں ساز اور سُر کے ساتھ گایا جاتا ہے۔

بگتیئ:۔

بگتیئ میں گانے کے ساتھ رقص بھی کیا جاتا ہے۔ اس کا سب سے بڑا موضوع حسن وعشق کے مضامین کا پورے جوش وولولے کے ساتھ بیان ہے۔ اس کی ابتدا دو ہم قافیہ مصرعوں کے ایک شعر سے ہوتی ہے۔ جو سُر کہلاتا ہے۔ پھر سُر سے آخر تک بند کا ہر مصرعہ مطلع کے مصرعوں کی طرح دو حصوں میں تقسیم ہوتا ہے۔ بند چار چار مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہر بند کا آخری مصرعہ سُر کا ہم قافیہ ہوتا ہے۔

گلزار سے پھول لاؤ میرا محبوب آرہا ہے
پریوں کے باغ کے مالی میرا محبوب آرہا ہے
خدا یہ مجھے دیدار سر سیر کردے میں دیدار کی بھوکی ہوں
میرے بدن میں طاقت نہیں میں وصال کی بھوکی ہوں

نیمکئ:۔

عورتوں کی مرغوب ترین صنف ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر، پنگھٹ پر پانی بھرتے ہوئے، چرخہ کاتتے ہوئے، کھیتوں میں ساگ چنتے ہوئے کورس کی صورت میں نیمکئ گائی جاتی ہے۔

بلوچی لوک اصناف:۔

ڈھیي:۔

عام تصور یہ ہے کہ ڈیہی 'ڈیہہ' (وطن) سے مشتق ہے لیکن یہ صنف صرف وطن کے تذکرے تک محدود نہیں بلکہ مضامین کے لحاظ سے یہ انتہائی متنوع لوک صنف ہے۔ اس میں پیار محبت، ہجر ووصال، انتظار، کیفیات دکھ، سکھ غرض ہر طرح کے نازک جذبات کا اظہار کیا جاسکتا ہے۔ ڈیھی کی لے بہت منفرد ہوتی ہے۔ اکثر ان کا پہلا مصرعہ بے معنی ہوتا ہے ساری بات دوسرے مصرعے میں کہی جاتی ہے۔

لیلڑی:۔

مشرقی بلوچستان کا مقبول ترین لوک گیت ہے اس صنف میں لفظ 'لیلڑ ی' کی بہت تکرار ہوتی ہے اس لیے اس صنف کا نام ہی 'لیلڑ ی' پڑ گیا ہے یہ گانے میں بہت تیز صنف ہے اس کے ہر مصرعے کا مطلب جدا ہوتا ہے مگر وزن اور قافیہ برابر ہوتے ہیں۔ یہ مہر و محبت کی ترجمان ہے۔

چپ چپ کھڑی ہو لیلڑی ءَ لا
ضو آنکھ کی ہو لیلڑی ءَ لا
اب نہ رہا جائے لیلڑی ءَ لا
تم سا نہ مل پائے لیلڑی ءَ لا
آ وَ چلی آ وَ لیلڑی ءَ لا

زہیروک:۔

'زہیر' 'یاد' کو کہتے ہیں کسی قریب اور عزیز ترین ہستی، گھر، والدین، محبوب سے جدائی کی کیفیت کے شعری اظہار کو 'زہیروک' کہتے ہیں۔ اس میں ہجر و فراق کے دکھ کے اظہار کے ساتھ ساتھ وصل کی خواہش بھی موجود ہوتی ہے۔ اس کے بول نہایت سُریلے، پرجوش اور پرسوز ہوتے ہیں۔ اسے عام طور پر عورتیں چکی پیستے ہوئے اور شتر بان رات کو سفر کے دوران گنگناتے ہیں۔

لاڑوگ:۔

'لاڑوگ' میں لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے، الفاظ کی تکرار ہوتی ہے۔ اس میں موضوعات کی کوئی قید نہیں۔

اے گل نو بہار آ بھی جا
اے درشاہوار آ بھی جا
لیلڑے لیلڑے لڑے لاڑے

لیکو:۔

چرواہوں، کسانوں اور شتر بانوں کا مقبول لوک گیت ہے۔ اسی لیے اس میں سفر کی مشکلات و مشاہدات بھی موجود ہیں۔ بھیڑ بکریوں کی باتیں بھی ہیں، پہاڑوں ریگزاروں کے تذکرے بھی ہیں اور ہجر و فراق کی ساعتوں کے مرثیے بھی۔

بید کے سائے میں بیٹھا ہوں
پھر بھی اک تپتا صحرا ہوں
سانوری بیٹھی بول رہی ہے
کانوں میں رس گھول رہی ہے
دل ہے جیسے کھلا گلاب
بھیڑیں نہر پر جھکی ہوئی ہیں

ایمبا:۔

یہ محنت کشوں کا گیت ہے جب وہ مل کر کسی اجتماعی کام کے لیے زور لگاتے ہیں تو یہ گیت گاتے ہیں۔خاص طور پر ماہی گیر جب مچھلیاں پکڑنے کے لیے جال دریا میں ڈالتے ہیں تو بڑے جوشیلے انداز میں ایمبا گاتے ہیں۔

دستانغ:۔

اس کو 'دستانگ' یا 'دستانہ' بھی کہا جاتا ہے یہ بلوچی لوک گیتوں کی گویا جان ہے۔اس میں دوسرے لوک گیتوں کی طرح صرف دو مصرے نہیں ہوتے بلکہ یہ بلوچوں کی شاعری کی واحد صنف ہے۔جو ہزار ڈیڑھ ہزار اشعار تک طویل ہوسکتی ہے۔یہ رومانوی حکایات،فطرت کے مناظر اور رزمیہ کہانیوں پر مشتمل ہوتی ہے۔

سپت:۔

بلوچستان کے ضلع مکران کا یہ مقبول لوک گیت ہے۔اس میں عام طور پر حمدیہ اور نعتیہ مضامین بیان کیے جاتے ہیں۔

چوغان:۔

چوغان ذکری بلوچوں کا مذہبی لوک گیت ہے۔ذکری فرقہ کے ماننے والے محنت کش طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔یہ لوگ زیادہ تر مزدوری،کھیتی باڑی،ماہی گیری،مال داری اور چرواہا گیری کرتے ہیں۔چوغان ہر اہم مذہبی تہوار میں گایا جاتا ہے۔۲۷ ویں رمضان،شب برات،عید کے موقع پر ایک شادی شدہ خاتون ایک بڑے دائرے کے مرکز میں بیٹھ کر یہ گیت گاتی ہے اس کا جواب کورس کے انداز میں دائرے کے لوگ دیتے ہیں۔(۱۰)

سندھی:۔

ھمر چو:۔'ہم راہیو اَچو' کا مخف ہے۔فصل کاٹتے ہوئے کسان اپنے ساتھی کسانوں کو مدد اور شراکت کار کے لیے دعوت دیتا ہے۔

کوئل کوکے باغوں میں ھو اللہ ھو اللہ............ ہمر چو ھواللہ
اونچی عمارت مولی کی ھو اللہ ھو اللہ............ ہمر چو ھواللہ
سفید پرندے جمیل کے اللہ ھو اللہ ھو اللہ............ ہمر چو ھواللہ
کوئی مسافر رہ گیا سفر میں اللہ ھو اللہ ھو اللہ............ ہمر چو ھواللہ

ہو جمالو:۔

سندھ کا سب سے مقبول عوامی گیت ہے۔ یہ گیت دراصل کامیابی کے بعد اپنے ہیرو کو خراجِ تحسین پیش کرنے کا گیت ہے۔

کھٹی آیو خیر ساں ہو جمالو، ہو جمالو
میرا جمالو خیریت سے فتح مند ہو کے آگیا ہو جمالو، ہو جمالو
جو چلا گیا تھا لاڑ کی جانب ہو جمالو، ہو جمالو
جس کی چھوٹی انگلی میں سونے کی انگوٹھی ہے ہو جمالو، ہو جمالو
جس کے پیروں میں لاکھوں کی جوتی ہے ہو جمالو، ہو جمالو

کوڈانو:۔

'کوڈانو' 'کوڈھانو' بھی کہا جاتا ہے اس لفظ کے لغوی معنی لاڈ پیار کے ہیں۔ 'کوڈھانو' میں سندھی مائیں اپنے بچوں کو دُلار کرتے ہوئے ان کی خوشیوں، کامیابیوں، شادی اور چاندسی دلہن ملنے کی دعائیں دیتی ہیں۔

مور ٹور ٹلے رانا، مور ٹور ٹلے
مور جھوم رہا ہے رانا، مور جھوم رہا ہے رانا
رانا تم سے نسلیں ہونگیں، رانا تم سے لاکھوں ہونگے
چاچاؤں کے کندھوں پر، ماموؤں کے کندھوں پر
رانا رانا، مور جھوم رہا ہے
نولکھا ہار بنوایا، سو سو دے کے رانا
رانا تم سے نسلیں ہونگیں، رانا تم سے لاکھوں ہونگے

بھیلن:۔

یہ اونٹ چرانے والوں کا گیت ہے جب وہ اونٹ کی مہار کندھے پر ڈال کر سفر کا آغاز کرتے ہیں تو

اونٹوں کی قطار کے شروع میں یا درمیان میں سے کوئی اونٹ چلانے والا گیت الاپتا ہے۔جس کا جواب قافلے میں شامل دوسرے اونٹ والے دیتے ہیں۔

گنان:۔

سندھی کی زبانی شعری روایت میں سب سے اہم صنف گنان ہے۔ یہ اسماعیلی فرقے سے تعلق رکھنے والوں کی مذہبی نظمیں ہیں جو مذہبی عقیدت کے ساتھ گائی جاتی ہیں۔

گاتھا:۔

سندھی 'گاتھا' کو سرائیکی زبان میں 'گاون' بھی کہا جاتا ہے۔ یہ لوک گیت سندھی بیت کی طرز پر ہوتے ہیں۔سندھ میں بھانڈ، بھاگ اور چارن قبائل اس صنف کو گانے بجانے میں ماہر ہوتے ہیں۔ان گیتوں میں بہادری کے قصے ایک خاص جوش وجذبے سے گائے جاتے ہیں۔

ڈھس:۔

سندھی لوک ادب کی یہ صنف خاص ذہانت اور مہارت کی متقاضی ہے۔ یہ سندھی بیت کی ہی ایک قسم ہے۔ جس میں ہر قسم کے ناموں کی ادائیگی دس الفاظ میں کی جاتی ہے جس کی وجہ سے اس صنف کو ڈھس (دس) کا نام دیا گیا ہے۔

ڈور:۔

ڈور کا مطلب کسی چیز کو ڈھونڈ کر مطلب نکالنا۔'ڈور' کو ابیات اور ڈوہروں کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔لیکن ان میں اسلامی اور مذہبی روایات کو خاص طور پر پیش نظر رکھا جاتا ہے۔

پرولی:۔

'پرولی' یعنی پہیلی اردو کی طرح سندھی لوک ادب کی ایک قدیم اور معروف صنف ہے۔جس میں کسی چیز کا سوچ بچار کے بعد سراغ لگایا جاتا ہے۔

ہیٹھا تھالہی متھاں تھالہی ، وچ میں مڑس موالی

(ترجمہ: نیچے تھالی اوپر تھالی درمیان میں بندموالی)

اس پرولی کا جواب ہے' کچھوا'(۱۱)

سرائیکی لوک اصناف:۔

بگڑو/گانمن:۔

سرائیکی زبان کا قدیم اور معروف لوک گیت دو مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہے جس میں عام طور پر پہلا مصرعہ

مہمل ہوتا ہے جبکہ تمام معنی ومفہوم دوسرے مصرعے میں پوشیدہ ہوتا ہے۔ یہ زیادہ تر عشقیہ موضوعات پر مبنی ہوتا ہے۔

کوٹھے اُتے پُھل سکدے
اندر بیمار پئی ہاں، باہروں جندڑی دے مُل چکدے

ڈوہڑا: پنجابی میں اسے 'دوہا' کہا جاتا ہے۔ سرائیکی ڈوہڑا بمعنی دُگنا لیا جاتا ہے۔ یہ بیت کی طرح دو مصرعوں پر مشتمل ہوتا ہیں۔ پہلا مہمل اور دوسرا با معنی۔ اب چار یا اس سے بھی زائد مصرعوں کے ڈوہڑے بھی کہے جا رہے ہیں۔

جیونْج جتیاں چکیاں تے مرنْ جتے جندراہ
جیونْ کوڑا آسرا تے مرنْ حقانی راہ

اکھان:۔

اکھان یعنی ضرب الامثال اور کہاوتیں بھی سرائیکی زبان کی اہم لوک اصناف ہیں۔ اکھان سرائیکی زبان کی قدامت، وسعت کے ساتھ علاقے کی تاریخ وتہذیب اور ثقافت کی علمبردار ہیں۔

اندھارا جا بیدادنگری
پیسے سیر وصل دھیلے سیر مصری
گھر کوٹھا، مال اوٹھا، پُتر جیٹھا
میں کراڑی، میڈا یار قریسی
ہکی گالہوں ڈردی مسلمان کریسی (۱۲)

پنجابی زبان کی لوک اصناف:۔

پنجابی زبان کی معروف لوک اصناف ماہیا، ٹپہ، ڈھولا، چھلا کا ذکر ہم مندرجہ بالا سطور میں تفصیل سے کر آئے ہیں۔ ان لوک اصناف کے علاوہ 'بولیاں' پنجابی زبان کی محبوب ترین صنف ہے۔ بولیاں زیادہ تر وسطی پنجاب، امرتسر، فیروز پور، لاہور، گوجرانوالہ اور شیخوپورہ میں گائی جاتی ہیں۔ یہ بولیاں گاتے ہوئے جاٹ بے تحاشا بلکہ اندھا دھند ناچتے ہیں۔ عجیب وغریب آوازیں نکالتے ہیں اور طرح طرح کی مضحکہ خیز حرکتیں کرتے ہیں۔

بولی، ایک بول یعنی ایک مصرعہ کے معنوں میں استعمال ہوتی ہے جس میں اشاریت بھی ہوتی ہے اور دلآویزی بھی۔ دو تین لفظوں میں ایک پورا تجربہ، طویل قصہ سمیٹ کر گویا کوزے میں دریا بند کر دیا جاتا ہے۔

کلا ٹکریں تے حال سناواں
دکھاں وچ پے گئی جندڑی

تیرے سامنے بیٹھ کے رونا
تے دکھ تینوں نہیں دسنا

بولی میں حسن وعشق، ہجروفراق، وصال وملاپ، تصوف ومعرفت اور معاملہ بندی کے مضامین کے ساتھ ساتھ پنجاب کی ثقافت اور معاشرت کے بیشتر رنگ بھی جھلکتے ہیں۔ بولی کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں جس میں ایک سطر سے لیکر چار یا پانچ یا اس سے زیادہ سطریں بھی ہوسکتی ہیں۔ پنجابی کے دو مشہور ناچ بھنگڑا اور گدھا بولی کے ساتھ ہی ناچے جاتے ہیں۔

جگنی:۔

جگنی پنجاب کا ایک اور مقبول لوک گیت ہے جگنی کے بولوں میں زیادہ تر صوفیانہ رنگ جھلکتا ہے۔ جگنی روشنی کا سمبل ہے۔

او پیر میر یا جگنی کہندی آ
جیہڑی نام علیؑ دا لیندی آ
میری جگنی دے دھاگے دو
در مرشد دے آن کھلو
تیرے اندر ہووے لو

جگنی کی طرح جھوک اور تونبہ بھی پنجابی کے عارفانہ اور مذہبی لوک گیت ہیں۔ (۱۳)

اردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کی یہ لوک اصناف اس بات کی شاہد ہیں کہ اردو زبان کی طرح پنجابی، سندھی، بلوچی، پشتو اور سرائیکی زبان میں بھی لوک ادب وشاعری کا وسیع ذخیرہ موجود ہے۔ لوک گیت اور اس کی مختلف اصناف ہوں یا لوک کہانیاں ہوں ہر زبان میں ان کی بے حد اہمیت ہے۔ یہ کسی بھی زبان کے ادب کا وہ قیمتی سرمایہ ہیں جن کی تخلیق میں پڑھے لکھے دانشوروں کا نہیں معصوم اور ان پڑھ لوگوں کا عمل دخل رہتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں شاعر اور ادیب کہنا کارِ محال ہے مگر جو اپنی خداداد صلاحیتوں کے ذریعے اپنے جذبات وخیالات کو قصوں اور گیتوں میں ظاہر کرتے ہیں۔ ان کی دولت قلم اور کاغذ نہیں بلکہ ان کی اپنی وہ زبان ہوتی ہے جو قواعد اور گرامر کی بندشوں سے آزاد رہتی ہے۔ جس میں ان کی اپنی دھرتی کی بوباس بھی ہوتی ہے اور اپنے خالص جذبات واحساسات کا اظہار بھی۔ یہی وجہ ہے کہ لوک ادب کو زمانہ قدیم سے جاہل، غیر متمدن، گنواروں کی خرافات اور تنگ بندی کا نام دیا جاتا رہا ہے اور زبان و ادب کی تاریخ میں لوک ادب کے تذکرے کو جرم سمجھا جاتا رہا ہے۔ بقول پروفیسر قمر رئیس:۔

''اردو والوں کے لیے اردو کا لوک ادب چنداں قابل التفات نہیں، اس لیے کہ اس

> کے مصنف کا پتہ نہیں۔ اس کی زبان گنوارو ہے۔ اس میں فارسی کے نظام عروض کی پابندی نہیں وغیرہ وغیرہ۔ یہی حال نثر کا ہے۔ ہمارے یہاں فارسی داستانوں کے چربہ کو یا پھر 'فسانہ عجائب' جیسی مخرب مذاق کتابوں کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے لیکن ان لوک کہانیوں کی تحقیق کا بیڑا کوئی نہیں اٹھاتا جو صدیوں سے ہندوستانی عوام سنتے سناتے آئے ہیں اور جن کا ماخذ خود ان کی بھری پُری زندگی ہے۔''(۱۴)

یہ رویہ صرف برصغیر کے دانشوروں کا ہی نہیں بلکہ یورپ میں اشرافیہ سے تعلق رکھنے والے اہل علم کا بھی لوک ادب کے ساتھ اسی طرح کا ہتک آمیز رویہ رہا۔ یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ اردو کے اہل علم اور محققین کا مزاج شروع سے کلاسیک زدہ رہا ہے۔ وہ آزادانہ تحقیق کریں یا ڈگری کے حصول کے لیے تحقیق کے پیچیدہ اور گھمبیر مراحل طے کریں وہ بالعموم قدما اور اساتذہ کے دواوین یا خیالی داستانوں کے خطی نسخے تلاش کرتے ہیں۔ خواہ وہ سطحی، پوچ اور عامیانہ قسم کا ادب ہی کیوں نہ ہو۔ وہ بڑی دیدہ ریزی سے پرانے نسخوں کا تقابل کر کے مستند نسخے کی تیاری کا کام سرانجام دیتے ہیں لیکن یہ محققین غیر تحریری روایت (Oral Tradition) کے ادب کو ضبط تحریر میں لا کر اس کے متن کی درستی اور معیار بندی کو قابل اعتناء نہیں سمجھتے۔ حالانکہ یہ لوک ادب فکر و تخیل کی وسعت، تازگی اور تاثیر میں اس تیسرے درجے کے تحریری ادب سے کہیں زیادہ وقیع ہوتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ نئی نسل کے محققین کو لوک ادب کی اہمیت، معنویت اور فنی محاسن سے مانوس بنایا جائے۔ لوک ادب شاعری کی تحقیق و تدوین کے لیے نوجوانوں کو خاص تربیت دی جائے اور عوامی کلچر اور لوک روایات کے احیاء کی ضرورت کو نہ صرف تسلیم کیا جائے بلکہ اس کے فروغ کے لیے بھی حتی المقدور کاوش کی جائے۔

حوالہ جات

۱۔ شاہ محمد مری، ڈاکٹر، ''مختصر تاریخ زبان وادب- بلوچی''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۴۹

۲۔ محمد افضل رضا، ''پشتو لوک ادب''، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء، ص ۹۴

۳۔ شاہ محمد مری، ڈاکٹر، ''مختصر تاریخ زبان وادب- بلوچی''، ص ۵۰-۵۱

۴۔ ایضاً ص ۵۲

۵۔ مظہر جمیل، سید، ''مختصر تاریخ زبان وادب- سندھی''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۶۶-۶۷

۶۔ حنیف خلیل، ''مختصر تاریخ زبان وادب- پشتو''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء، ص ۸۷

۷۔ ترجمہ: دھاگے کھیسوں کے

پنکھ پڑے جھاڑیں

پنچھی بیگانے دیسوں کے

۸۔ ترجمہ: یہ تمام کنواریاں ہیں۔

محبوب! میں نے تمہیں بڑے دکھوں سے پایا ہے۔

خدا کے لیے کسی اور کے بن کر نہ رہ جانا۔

۹۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:۔

☆ محمد افضل رضا، ''پشتو لوک ادب''، اکادمی ادبیات، اسلام آباد، ۱۹۸۹ء

☆ تاج سعید، ''پشتو ادب کی مختصر تاریخ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

☆ حنیف خلیل، ''مختصر تاریخ زبان وادب- پشتو''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء

☆ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، ''پشتو، ہندکو، تور والی، گاؤدی (مطالعاتی رہنما)''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

۱۰۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:۔

☆ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، ''بلوچی، براہوی زبان وادب (مطالعاتی رہنما)''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

☆ شاہ محمد مری، ڈاکٹر، ''بلوچ سماج میں عورت کا مقام''، سنگت اکیڈمی آف سائنسز، کوئٹہ، ۲۰۰۵ء

۱۱۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:۔

☆ حیدر سندھی، ڈاکٹر، ''سندھی زبان وادب کی تاریخ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۹ء

☆ مظہر جمیل، سید، ''مختصر تاریخ زبان وادب''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء

☆ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، ''سندھی، سرائیکی، کشمیری (مطالعاتی رہنما)''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۴ء

۱۲۔ سجاد حیدر پرویز، ڈاکٹر، ''سرائیکی زبان وادب کی مختصر تاریخ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء، ۲۸۷

۱۳۔ مزید تفصیل کے لیے دیکھئے:۔

☆ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر، ''پنجابی زبان وادب کی مختصر تاریخ''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۶ء

☆ ارشاد احمد پنجابی، ''پنجاب کی عورت (حیات وثقافت)، ادارۂ تحقیقات پاکستان، لاہور، ۱۹۷۶ء

☆ حمید اللہ ہاشمی، ''مختصر تاریخ زبان وادب- پنجابی''، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء

☆ انعام الحق جاوید، ڈاکٹر/عبداللہ جان عابد، ''پاکستانی زبانیں مشترک لسانی وادبی ورثہ''، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد، ۲۰۰۹ء

۱۴۔ قمر رئیس، ڈاکٹر، ''اردو میں لوک ادب'' (مرتبہ: سیمانت پرکاشن)، دریا گنج، دہلی، ۱۹۹۰ء، ص۱۴

☆☆☆